محمد منصور الزمان صدیقی

خدمتِ خلق کی اہمیت

حدیث شریف:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (صحیح بخاری)

ترجمہ:- کل مخلوق یعنی سب انسان اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں۔ ان میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا آدمی ہے۔ جو اس کے عیال کو زیادہ نفع پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ سب کے ساتھ مہربان ہیں۔ اس لئے مثال کے طور پر عیال فرمایا ہے۔ یعنی جس طرح ایک خاندان کا سربراہ اپنے تمام کنبہ کو عزیز رکھتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ خالق اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔

خدمت خلق کی تعریف:-

مخلوق کو نفع پہنچانا ہی خدمت ہے۔ یہ تمام انسانوں کے لئے ہے۔ اس میں رنگ و نسل، مذہب اور دین کی بھی تمیز نہیں۔ بلکہ تمام مخلوق جو روئے زمین پر ہے، خدمت اور اخوت کی مستحق ہے۔ البتہ طریق کار کی وضاحت اور تشخیص کی ترتیب ہے۔ لیکن یہ بھی ایک دائرہ کے اندر ہے۔ خدمت کا جذبہ عام اور سب کے لئے ہونا چاہیے۔ اس میں تعصب کی گنجائش نہیں ہے۔

کفالت کی ذمہ داری:-

کائنات کی تمام مخلوق جس میں وحوش اور تمام جانور اور کیڑے مکوڑے بھی شامل ہیں۔ ان سب کی پرورش اور کفالت اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اور ہم سب اسی کے محتاج اور پروردہ ہیں۔ تمام انسان اللہ کے عیال ہیں۔ اس لحاظ سے ہم آپس میں ایک ہیں اور ایک کا حق دوسرے پر عائد ہے۔

قرآن کریم میں بیالیس مرتبہ رب العالمین آیا ہے اور تقریباً اتنی ہی بار صفت رزاقی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ نوسو بیس (۹۲۰) مرتبہ رب کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنیٰ اور مفہوم پالنہار یعنی پرورش کرنے اور نگہداشت کرنے والا ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ سب کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ انسان تو صرف اپنی کوشش اور جدوجہد کا اظہار کر کے اپنی اس فانی زندگی کے امتحان میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ کوشش اور جدوجہد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ان کے بتائے ہوئے طریقے پر کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ خدمت خلق ہے۔ جس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی اور آپ کے چچازاد بھائی تھے اور ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ آپ نے متعدد مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات گذاری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا بھی فرمائی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اعتکاف میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ یہ شخص مقروض تھا اور ادائیگی کا کوئی بندوبست نہ کر سکتا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے

اس کی بات سنی اور فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ قرض خواہ سے نرمی اور رعایت کے لئے سفارش کی جائے۔ جب اس نے اقرار کیا تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فوراً مسجد سے باہر تشریف لے گئے تاکہ اس کی سفارش کر دیں۔ سائل نے عرض کیا کہ حضرت شاید آپ کو یاد نہیں رہا کہ آپ اعتکاف میں ہیں۔ سفارش اعتکاف کے بعد فرما دیجئے گا۔

دس اعتکاف:۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یاد ہے میں اعتکاف میں بیٹھا ہوں۔ لیکن خدمت خلق اعتکاف سے زیادہ اہم ہے۔ کسی اللہ کے بندے کی خدمت دس اعتکافوں کے برابر ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور بچپن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور فیض حاصل کرنے والے تھے۔ ان کے ارشاد گرامی کے مطابق "نفلی اعتکاف پر خدمت خلق کو فوقیت حاصل ہے۔" ایک اعتکاف پر ہی کیا منحصر ہے۔ ہر نفلی عبادت سے افضل خدمتِ خلق ہے۔

نفلی حج:۔

انتہا یہ کہ نفلی حج سے بھی افضل اور بہتر خدمت خلق ہے۔ حضرات فقہا اور علماء کرام نے واضح کیا ہے کہ اگر مستحق اور نادار ضرورت مند علم میں ہو تو نفلی حج کا ارادہ منسوخ کر دے اور سفر خرچ اس ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے پر خرچ کر دے کہ یہ ہی افضل ہے۔

حقوق عباد:۔

حقوقِ عباد کی ادائیگی کرنا بھی خدمت ہے۔ والدین کی فرماں برداری، ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا، ان کی ہر ضرورت پر توجہ کرنا، بیوی بچوں کی خبر گیری، ان کی خوراک، لباس، رہائش اور تعلیم و تربیت اور علاج و معالجہ غرض کہ ہر دنیاوی ضرورت پر خرچ کرنا یا جسمانی اور زبانی ہمدردی کرنا۔ یہ سب خدمت ہے۔ اصل میں مسئلہ نیت کا ہے اگر ہم بنیادی طور پر اسلام کی تعلیمات سے واقف ہوں تو پھر تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ خدمت کی نیت کرنا بنیادی چیز ہے۔

اسلام میں حقوق اللہ اور حقوق عباد دونوں کی وضاحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق اسلام کے بنیادی ارکان ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر حساب و کتاب پر ایمان لانا بنیادی چیز ہے۔ نماز، روزہ، حج و زکواۃ وغیرہ بنیادی رکن ہیں۔ اگر ان میں کوئی کمی یا خامی رہ جائے یا کوئی غلطی ہو جائے تو صدق دل سے تائب ہو کر اور توبہ کر کے یہ یقین کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کریمی اور رحیمی کے طفیل معاف فرمادیں گے۔ لیکن حقوق العباد اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے کہ یہ حق بندہ کا ہے اور جس کا حق مارا گیا ہے وہی معاف کر سکتا ہے۔

دو گنا اجر:۔

جو شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے ہوئے ثواب کی نیت رکھتا ہے تو اس کا یہ خرچ کرنا صدقات (۱)

میں شامل ہے۔

صدقات یعنی خیرات اور زکواۃ کے مستحق قرابت دار اور عزیز ہیں۔ اس کے بعد یتیم، مساکین اور پھر ضرورت مند سوال کرنے والے ہیں۔

قرابت دار کو دینے کا اجر دوگنا ہے۔ ایک صدقہ اور دوسرے قرابت داری کا حق ادا کرنے کا۔

جسمانی خدمت:۔

صرف مالی طور ادا کرنا ہی صدق نہیں ہے۔ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو اور وہ صدقات کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے تو جسمانی خدمات ادا کر کے اجر حاصل کر سکتا ہے۔ کسی نیک کام میں سفارش کرنا، مظلوم کی دادرسی کرنا، کسی کے جھگڑے فساد کو دور کرا کے صلح کرانا، زن و شوہر کے جھگڑے میں طلاق سے بچا کر پھر ملا دینا، کسی مسجد یا مدرسہ کے لئے چندہ جمع کرنا یا ان کی تعمیر کرانا وغیرہ۔ یہ تمام امور جسمانی خدمات ہیں۔ جو بغیر پیسہ خرچ کئے انجام دی جا سکتی ہیں۔ نیز مریض کی عیادت کرنا، میت کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا، میت کے ہمراہ قبرستان جانا وغیرہ بھی اسی سلسلہ میں ہیں۔

بخشش کا ذریعہ:۔

حدیث شریف میں ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک کسی عورت نے پیاسے کتے کو دیکھا تو اس نے کنویں سے پانی نکال کر کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو پسند فرمایا اور اس عورت کی مغفرت (۲) فرما دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر تشنہ جگر کے پانی پلانے میں ثواب ہے۔(۳) ہر جاندار کی خدمت میں ثواب ہے۔ جانوروں کی معمولی خدمت انسان کی مغفرت کا سبب بن سکتی ہے تو پھر انسانوں کی خدمت کیا درجہ رکھتی ہو گی۔ جبکہ یہ انسان اشرف المخلوقات اور زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔

خدمت درجہ بدرجہ:۔

تمام انسان اور وحوش خدمت کے مستحق ہیں لیکن اگر ہم اپنے کلمہ گو مسلمان بھائی کی ضروریات کا خیال کریں اور اس کی امداد کریں تو یہ اور بھی بہتر صورت ہے۔ کلمہ گو مسلمان بھائی کے درجہ سے زیادہ درجہ اور افضل ترین صورت عزیز واقرباء کی خدمت ہے کہ وہ عزیز بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں، انسان بھی ہیں، یہی وجہ ہے کہ صدقات اور خدمات کے لئے اقرباء اور اعزاء کو فوقیت حاصل ہے۔ جو جس قدر قریبی عزیز ہے اس کا حق اتنا ہی فائق ہے۔

مالی یا جسمانی:۔

یہ ضروری نہیں کہ صرف زکواۃ کی رقم سے ہی خدمت کی جائے بلکہ جن صورتوں میں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ وہاں خیرات سے کام لیا جائے اور جس صورت میں خیرات بھی کام نہ دے۔ یعنی مالی امداد کی ضرورت نہ ہو، وہاں جسمانی صورت میں اخلاقی ہمدردی اور خدمت کی جائے۔

خدمت خلق:۔

خدمت مخلوق خدا کی ہونی چاہیے۔ اپنی برادری یا کسی خاص فرقہ یا طبقہ کے لئے محدود نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ اس کا فائدہ عام ہونا چاہیے اوّلیت اور فوقیت بلاشبہ اعزاء کے لئے ہے لیکن دوسروں کے لئے تعصب کی گنجائش نہیں ہے۔ ہر ذی روح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ہم بھی اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لئے ہمارا رشتہ فطری طور پر آپس میں قائم ہوجاتا ہے۔

دعوت فکر:۔

خاندان، برادری، قبیلہ، سب نام صرف پہچان کے لئے ہیں۔ ان کا مقصد کسی سے علیحدگی یا کسی سے دوستی دشمنی کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی اس کا مقصد ارفع اور ادنٰی کی تمیز پیدا کرنا ہے۔

اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہماری برادری کے علاوہ کوئی دیگر ہماری خدمات یا صدقات کا مستحق نہیں ہے۔

انسان تو انسان جانوروں تک کے حقوق ہیں بلکہ ایک لحاظ سے یہ زیادہ مستحق ہیں کہ بھوک و پیاس میں انسان کی طرح سوال نہیں کرسکتے۔ مخلوق تو یہ بھی اسی خالق کی ہے کہ جو ہمارا خالق ہے اور یہ اس کے لئے معمولی بات ہے کہ وہ ہمیں ان جانوروں کی شکل میں پیدا کردیتا کہ جن کو ہم قابل اعتنا نہیں سمجھتے۔

حق خدام:۔

اپنے غریب اور مستحق اعزاء کی بھرپور امداد اور خدمت کرنی چاہیئے اس کے بعد اپنے متعلقین، ملازمین اور رات دن ساتھ رہنے والے افراد کی خدمت و معاونت کرنی چاہیے۔ یہ بات اخلاق سے بعید اور انسانیت سے کوسوں دور ہے کہ جو ملازم یا خادم آپ کا کھانا تیار کررہا ہے یا آپ کے لئے دستر خوان بچھا رہا ہے۔ جس کے علم میں ہے کہ آپ کیا تناول فرمارہے ہیں۔ اس کو آپ کچھ نہ دیں یا اگر دیں تو بچا ہوا کھانا دیں۔ کیا یہ اخلاقی معیار پر پوری اترنے والی بات ہے؟ یا ملازمین کے لئے علیحدہ خاص طور پر سستا اور معمولی کھانا تیار کرایا جائے۔ آج دنیا میں جتنے بھی ازم ہیں۔ وہ سب تعلیمات اسلامی کو نظر انداز کردینے کا نتیجہ ہیں۔ غور فرمائیے کہ اگر ہم اپنی بنیادی تعلیم یعنی اسلامی اصولوں پر قائم رہتے تو آج دنیا میں نہ صرف سوشلزم اور کمیونزم کا نام نہ ہوتا۔ بلکہ دنیا کی بڑی اکثریت اللہ کے دین پر قائم ہوتی۔ ایک مسلمان اپنے غلام اور لونڈی تک کے لئے یہ حکم رکھتا ہے کہ جو خود کھائے وہ ان کو کھلائے اور جو خود پہنے وہ ان کو پہنائے۔ گویا مقصد تمام انسانوں کو بنیادی ضرورت فراہم کرنا اور باہم محبت اور اخلاص کا تعلق قائم کرنا ہے۔

قابل تقلید و قابل قدر:۔

چند برس قبل تک سعودی عرب میں یہ قدیم اور بنیادی اصول زیر عمل تھا کہ تمام ملازم کھانے کے وقت اپنے آجر کے ساتھ ایک دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ چائے کے وقت سب ساتھ مل کر چائے پیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق کار باہمی ہمدردی، محبت اور خلوص کا موجب تھا۔

ایسا کارکن جو آپ کا شریک طعام ہو، زیادہ لگن اور فکر سے اپنے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ بہ نسبت دوسری صورت کے کہ جس میں شکوہ شکایت اور حسد و نفرت پیدا ہوتی ہے۔

فی زمانہ معاشرہ میں یہ صورت نہیں ہے۔ تاہم اگر آج بھی اس طریق کار کو اختیار کیا جائے تو نتائج سو فیصد ہوں گے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم نبیادی ضرورت کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ بھی اس طرح کہ عزت نفس مجروح نہ ہو۔

والدین کی خدمت:۔

والدین کی خدمت اس درجہ فرض ہے کہ قرآن کریم میں حکم ہے کہ جب تمہارے والدین یا دونوں میں سے ایک حالت ضعیفی میں تمہارے پاس پہنچیں تو تم ان کے سامنے اف تک نہ کرنا یعنی ان کے احکامات کی تعمیل فرض جاننا اور ہر ممکن خدمت انجام دینا۔

یہ ہی نہیں بلکہ یہ حکم بھی ہے کہ والدین کی مغفرت کے لئے دعا کرتے رہنا، اور اس طرح کہنا کہ اے اللہ! میرے والدین کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما۔ جس طرح میرے عہد طفلی میں انہوں نے مجھ پر رحم کیا تھا۔

والدین کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے: کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث شریف میں ہے: اپنی والدہ کی خدمت کر کیونکہ ماں کے پیر کے نیچے جنت ہے۔ (مشکواۃ) اس کا مقصد بھی یہ ہی ہے کہ جس نے اپنی ماں کی خدمت کی وہ ان شاء اللہ جنت پائے گا۔ ماں کے بارے میں یہاں تک حکم ہے کہ اگر وہ مشرکہ بھی ہو تو اس کی خدمت راحت اور عزت میں کمی نہ کی جائے۔ ماں کے بعد یہ ہی صورت خالہ کے لئے ہے کہ اگر کسی کی والدہ انتقال کر جائے تو اس کے بعد ماں کی بہن یعنی خالہ کو عزت و احترام سے رکھنا چاہیئے۔

خالہ کی یہ عزت و احترام ماں کی وجہ سے ہے۔ اس سے اندازہ کریں کہ ماں کی خدمت کا کیا اجر ہو گا۔

اہل و عیال کی خدمت:۔

بیوی، بچوں اور زیر کفالت افراد کی خدمت و بہبود میں ان کی خوراک، لباس، تعلیم و تربیت، علاج و معالجہ کی ضروریات سربراہ خاندان کے فرائض میں شامل ہیں۔ ان کا پہلا حق یہ ہے کہ ان کو دین کی بنیادی تعلیم دی جائے۔ ارکان اسلام سے واقف کرانا اور بنیادی صورت میں عقیدہ کی درستی اور نماز و روزہ وغیرہ کی تعلیم دینا ضروری ہے۔ ان کی تربیت ایک مؤمن اور مسلمان کی صورت میں کی جائے۔ حلال روزی حاصل کر کے ان کی پرورش کا بندوبست کیا جائے۔ ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھا جائے۔

اولاد کی تعلیم اور تربیت باپ یا سربراہ خاندان پر قرض اور فرض ہے۔ جس طرح آپ کے والدین نے آپ کی تعلیم و تربیت اور آرام و آسائش کا خیال کیا تھا۔ اسی طرح اپنی اولاد کا خیال رکھنا آپ پر قرض اور فرض ہے۔ گویا اس قرض کو ادا کرنے کی یہ بھی ایک صورت ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ والدین کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ والدین کے انتقال کے بعد بھی ایصالِ ثواب ضروری ہے۔

حقِ ہمسایہ:۔

پڑوسی کا حق عزیز واقرباء کے برابر ہے۔ حدیث شریف میں حق ہمسایہ کی وعید اور تاکید آئی ہے۔ پڑوسی کا حق اتنا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بقول مجھے یہ خیال ہوا کہ پڑوسی کو ورثہ میں حصہ نہ دیدیا جائے۔ (مشکواۃ)

پڑوسی اور ہمسایہ کے متعلق حدیث شریف ہے کہ: مومن ایسا نہیں ہوتا کہ خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی جو اس کے پہلو میں رہتا ہو، بھوکا رہے (مسلم) یعنی پڑوسی کی ضروریات اور اس کی آسائش کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ بھی حدیث ہے کہ: پڑوسی کے خیال سے اپنے سالن میں پانی کا اضافہ کرلو۔ یعنی اگر اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ اعلیٰ درجہ کا کھانا غریب پڑوسی کو بھی دیا جاسکے تو پھر خود بھی اعلیٰ درجہ کا کھانا نہ کھاؤ بلکہ اپنے سالن میں شوربا زیادہ کرکے خود بھی کھاؤ اور پڑوسی کو دو کہ اس کے گھر والے بھوکے نہ رہیں۔ فرض کرلیں یہ بھی صورت ممکن نہ ہو سکے اور خود اتنی استطاعت بھی نہ ہو تو پھر اخفا کرے۔ یعنی اپنا کھانا ظاہر نہ ہونے دے کہ دل آزاری نہ ہو۔

پڑوسی کے یہاں کسی کی وفات کی صورت میں یہ اس کا حق ہے کہ اس کے گھر کھانا لے جا کر اس کو اور اس کے لواحقین کو اپنے ساتھ شامل کرکے سب کو کھانا کھلائے کہ وہ لوگ اپنے عزیز کے انتقال کی وجہ سے کھانا نہ پکا سکے ہوں گے۔

عزیز واقربا کی خدمت:۔

عزیز واقرباء کے سلسلہ میں قرآن کریم میں واضح حکم ہے کہ تمہارے صدقات یعنی زکوٰۃ وخیرات کے اوّلین مستحق تمہارے اعزاء اور تمہارے رشتے دار ہیں۔

رشتہ دار کو صدقات ادا کرنا دوسرے اجر کا موجب ہے۔ ایک یہ کہ زکواۃ وخیرات ادا کی، دوسرے یہ کہ صلہ رحمی سے کام لیا اور رشتہ دار کا حق ادا کیا پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ رشتہ دار پر واضح کیا جائے کہ زکواۃ کی رقم دی ہے۔ بلکہ صرف نیت کافی ہے۔

وضاحت:۔

تقریباً ہر خاندان میں ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ ایک بھائی لاکھوں روپیہ کا مالک ہے اور دوسرا قلاش ہے جبکہ ایک والدین کی اولاد ہیں اور یکساں ورثہ پایا ہے۔ لیکن حالات وواقعات سے یا اصل بات یوں کہیے کہ تقدیر سے معذور ہے۔ جو بھی نصیب میں لکھا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔

مستورات میں تو یہ صورت زیادہ ہے کہ دو سگی بہنیں جنھوں نے اپنے والدین کے یہاں یکساں آرام اور نازو نعم سے پرورش پائی ہے۔ اپنے شوہر کے گھر جا کر ایک اعلیٰ درجہ کی زندگی گزارتی ہے اور دوسری مفلسی اور پریشانی میں مبتلا ہے۔

ایسے عزیز یقینی طور پر فوری اور معقول امداد اور خدمت کے مستحق ہیں۔ ان کے ساتھ جو سلوک کیا جائے وہ پردہ میں خاموشی کے ساتھ ہو کہ ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

اس کے علاوہ غریب اعزاء کے بچوں کی تعلیم اور اگر ضرورت ہو تو ان کے علاج و معالجہ اور دیگر ضروریات کی کفالت مالدار رشتہ داروں کو کرنا چاہیے۔

خدمت اور امداد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنے غریب بہن بھائی کے بچوں کی شادی اپنے خاندان میں کر لی جائے۔ اس طرح بھرپور اور اعلیٰ خدمت انجام دی جاسکتی ہے یا کسی معقول خاندان میں رشتہ کرادیا جائے۔

غرض کہ عزیز اقرباء کی امداد و خدمت صرف صدقات کی ادائیگی تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ دیگر امور میں بھی توجہ ہونی چاہیے۔

یتیم اور مسکین کی خدمت:۔

رشتہ داروں کے بعد قرآن کریم میں صدقات کی ادائیگی کے سلسلہ میں یتیم اور مسکین کا درجہ ہے۔ مسکین وہ سفید پوش شخص ہے کہ جو معاشرہ میں کھاتا پیتا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں صرف ظاہری بھرم ہوتا ہے اور مستحق اور ضرورت مند ہوتا ہے لیکن سوال نہیں کرتا اور صبر و قناعت سے بسر کرتا ہے۔

ایسے ضرورت مند کو تلاش کرنا اور اس کی امداد کرنا اہم خدمت ہے۔ یتیم کی پرورش اور اس کی تعلیم و تربیت کرنا بڑے اجر کا موجب ہے۔ کسی یتیم بچے کے سر پر صرف ایک بار محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیر دینا بھی اجر کا باعث ہے۔

قرآن کریم میں حکم ہے کہ جب تم اپنا ورثہ تقسیم کرنے لگو تو جو یتیم تمہارے قریب ہوں ان کو بھی اس میں سے کچھ دیدو۔

ورثاء کے لئے ورثہ کی تقسیم قرآن کریم میں کر دی گئی ہے۔ صرف تیسرے حصہ کی وصیت ہو سکتی ہے۔ جو قرض کی ادائیگی اور خیرات کی صورت میں ہو سکتی ہے اور اسی کے لئے یہ حکم ہے کہ اس میں سے یتیم رشتہ دار کو بھی دو۔

یہاں بھی صرف مالی امداد اور صدقات کی ادائیگی کافی نہیں۔ بلکہ پوری توجہ اور خدمت کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ عزیز و اقرباء کے لئے ہے۔ نہ صرف یہ کافی ہے کہ وصیت کے وقت اس پر عمل کیا جائے۔ بلکہ یہ حکم اس امر کی اہمیت ظاہر کرتا ہے کہ آخری وقت میں بھی یتیم کو فراموش نہ کرو۔ اس کے معنٰی یہ ہوئے کہ زندگی کے ہر دور میں یتامیٰ کی خدمت و امداد کا عمل جاری رہنا چاہیے۔

دین کی خدمت:۔

گذشتہ دوصد برس سے تمام دینی مدارس صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قائم ہیں۔ دینی مدارس صدقات یعنی زکوٰۃ و خیرات پر قائم ہیں۔ حکومت سے کوئی امداد نہیں ملتی ہے۔ ممکن ہے مستقبل میں کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے۔ تاہم اب تک تمام چھوٹے بڑے مدارس عام مسلمانوں کے صدقات پر قائم ہیں۔

دین کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم کو زکوٰۃ سے وظیفہ دیا جاسکتا ہے۔ اس کی درسی کتابوں اور ذاتی ضروریات پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔

دینی مدارس اور ان کے طالب علم اور استاد خصوصی توجہ اور خدمت کے اہل ہیں اور اس کا خصوصی اجر و ثواب ہے۔ حدیث شریف میں اس کی اہمیت اور اس کے اجر کے بابت تفصیل سے آیا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم دینا

اور اس کی تلاوت کرنا بہترین کام ہے۔ اس میں حصہ لینا اور کوشش کرنا صدقہ جاریہ ہے۔ یہاں بھی صرف مالی امداد ہی کافی نہیں۔ بلکہ عملی طور پر وقت دینا بھی مدد کی ضرورت ہے کہ یہ ہی بنیادی چیز ہے۔ جس پر ہماری اساس قائم ہے۔ دینی تعلیم کے مدارس قائم کرنا اور ان کی خدمت کرنا ضروری ہے۔

آج ہندو پاک میں بلکہ برما سے افغانستان تک جہاں بھی دین کا چرچا ہے اور جس قدر مدارس قائم ہیں۔ وہ سب انہی علماء کرام کے طفیل ہیں کہ جو دو صدی قبل کے قائم کردہ مدارس سے فارغ ہوئے تھے۔

آبادی کے اضافہ اور نئی آبادیوں کی تعمیر کے ساتھ مساجد اور تعلیم کے مدارس اور ابتدائی مکاتب کی بڑی ضرورت اور اہمیت ہے۔ اس کے لئے نہ صرف سرمایہ درکار ہے۔ بلکہ عملی طور پر جدوجہد اور بھرپور کوشش کی ضرورت ہے۔ یہ بڑی اہم خدمت ہے۔

خدمت خلق:۔

خدمت عامہ اور فلاحی بہبود ذاتی اور جماعتی صورتوں میں نہایت ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں افغانستان میں روسی استعمار کے خلاف پندرہ سالہ جہاد، کشمیر میں آزادی کی جنگ، برما میں لادین حکمرانوں کے مسلمانوں پر شدید مظالم اور دنیا بھر کے مختلف ممالک میں مسلمانوں پر کفار و مشرکین کے مظالم کے باعث لاکھوں افراد بے خانماں اور غیر یقینی مستقبل کے ساتھ پریشان زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے بے شمار مسائل ہیں۔ پیدائش سے لیکر موت تک مسائل کے انبار ہیں۔ ایسے پریشان لوگ رہائش، روزگار، علاج، معالجہ، تعلیم ہر چیز کے ضرورت مند اور مستحق ہیں۔ ایسے افراد کی بڑی تعداد بڑے شہروں کے مضافات میں برائے نام رہائشی بندوبست کر کے زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے بچوں کی تعلیم اور روزگار کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے۔ ان میں بے شمار بیوہ خواتین اور یتیم بچے بھی بڈیں۔ ضعیف اور لاچار بوڑھے بھی ہیں۔ معاشرتی سہولتوں سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے متعدد اداروں اور افراد نے (اُن کی چند بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے) لیکن یہ سب دو فیصد بھی نہیں ہیں۔

دینی مدارس اور اسکول و ڈسپنسریاں نیز پینے کے پانی کے اسٹاک کے لئے ٹینکیوں اور ذرائع آمدورفت کے انتظام کی ضروت ہے۔ یہ خدمات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت عام مسلمانوں کو انجام دینی ضروری ہیں۔

خدمت خلق اور اسلام و مسلمانوں کی خدمت کے تحت یہ نہایت ضروری اقدام ہیں۔ ہر شہر اور قریہ میں کم و بیش یہ ہی صورت حال ہے۔ آبادی کے اضافہ کے ساتھ مسائل اور ضروریات کا اضافہ ہوتا رہے گا اور اسی کے مطابق خدمت کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا۔

شہروں کے علاوہ چھوٹے قصبات اور دیہات بھی ضروری سہولتوں سے محروم ہیں۔ اگر ایک بیمار صرف اس لئے صحت نہیں پاسکا کہ اس کا علاج بروقت نہیں ہو سکا یا ایک بچہ اس لئے غنڈہ بن گیا کہ اس کی تعلیم اور تربیت کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ یا ایک خاتون زچگی میں چل بسی صرف اس لئے کہ اس بستی میں کوئی طبی سہولت میسر نہیں

بقیہ صفحہ ۱۳ پر